ابوانس شیخ الحدیث مولانا محمد یحییٰ گوندلوی (رحمۃ اللہ علیہ)
شارح ترمذی وابن ماجہ

جشن میلاد...... دینی وتاریخی تجزیہ

تاریخ شاہد ہے کہ اقوام نے جب بھی اپنے دین میں اس کی مقررہ حدود سے تجاوز کر کے غلو سے کام لیا تو وہ راہ راست سے بھٹک گئے اور دین میں خرابیاں پیدا کردیں۔ یہود ونصاری کو ہی لیجئے انہوں نے دین میں غلو کیا جو ان کے دین کے محرف اور متبدل ہونے کا باعث بن گیا۔ اللہ کریم فرماتے ہیں:

﴿قل یا ھل الکتب لا تغلوا فی دینکم غیر الحق ولا تتبعوا اھواء قوم قد ضلوا من قبل واضلوا کثیرا وضلوا عن سبیل﴾

”کہہ دو اہل کتاب! تم اپنے دین میں غلو نہ کرو اور اللہ کے ذمے وہی بات لگاؤ جو حق ہے۔ مسیح عیسیٰ بن مریم صرف اللہ کا رسول اور اس کا کلمہ ہے جسے اس نے مریم کی طرف ڈالا اور اللہ کی طرف سے روح ہے۔“

چونکہ اقوام کا مزاج ہوتا ہی ایسا ہے کہ وہ اپنے قائدین اور معتمدین حضرات کے بارہ میں جذباتی انداز اپناتے ہیں۔ محبت اور عقیدت کے رنگ میں ان کی تعریف وتوصیف اور شان میں غلو کرتے ہیں۔ اسی خطرے کو سامنے رکھتے ہوئے امام المرسلین سید الاولین والآخرین محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنی اُمت کو غلو سے منع فرمایا تھا۔

((لا تطرونی کما اطرت النصاری ابن مریم فانما انا عبدہ فقولوا عبداللہ ورسولہ)) (بخاری ج:۳۴۴۵ ص:۷۰۹ طبع دارالسلام)

”تم میری مدح میں غلو نہ کرنا‘ جس طرح نصرانیوں نے ابن مریم کے بارہ میں غلو کیا تھا۔ میں

اللہ کا بندہ ہوں تم مجھے اللہ کا بندہ اور رسول کہو۔"

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((یاایھا الناس ایاکم والغلوا فی الدین فانہ اھلک من کان قبلکم الغلو فی الدین)) (النسائی ص:۴۴۰ طبع دار السلام۔ ابن ماجہ ص:۳۰۲ طبع بیروت۔ مسند احمد ص:۲۱۵ ج:۱)

"اے لوگو! تم دین میں غلو سے بچو۔ تم سے پہلے لوگوں کو غلو نے ہی ہلاک کیا ہے۔"

غلو کیا ہے؟......

"اصل الغلاۃ الارتفاع ومجاوزۃ القدر فی کل شیء وغلا فی الدین جاوز حدہ وقال بعض اذا جاوزت فیہ الحد وافرطت فیہ" (لسان العرب ص:۱۱۳ ج:۱۰ ملخصا)

"غلو کا اصل معنی بلند ہونا اور ہر چیز میں اس کی قدر سے تجاوز کرنا ہے۔ دین میں غلو کا مطلب ہے اس کی حد سے تجاوز اور زیادتی کرنا ہے۔"

غلو سے منع اس لیے کیا ہے کہ اس سے اصل دین محفوظ نہیں رہتا بلکہ محبت کے رنگ میں لوگ تمام حدود پھلانگ جاتے ہیں اور عقیدت میں آ کر وہ کچھ کر جاتے ہیں جس کا دین کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ جس سے بدعات کے ایجاد ورواج کا ایک لامتناہی سلسلہ جاری ہو جاتا ہے جو ختم ہونے کو نہیں آتا۔

جشن میلاد عیسائیوں کا وطیرہ ہے......

عیسائی حضرات کرسمس ڈے (Christmas Day) بطور جشن اور عید مناتے ہیں بلکہ یہ دن ان کا سب سے بڑا مذہبی تہوار ہے۔ جسے وہ محض تفریح طبع کے لیے نہیں بلکہ عبادت سمجھ کر مناتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا تھا:

((لتتبعن سنن من قبلکم شبرا بشبر وذراعا بذراع حتی لو دخلوا جحر ضب تبعتموھم قیل یا رسول اللہ الیھود والنصاری؟ قال فمن)) (بخاری ص:۶۱۷ طبع دار السلام۔ مسلم ص:۱۱۶۳ طبع دار السلام)

"تم اپنے سے پہلے لوگوں کی ہو بہو پیروی کرو گے جیسا کہ ایک بالشت دوسرے بالشت کے اور

ایک بازو دوسرے بازو کے برابر ہوتا ہے۔ اگر وہ گوہ کی بل میں داخل ہوئے ہیں۔ تم بھی ان کی پیروی کرتے ہوئے اس میں ضرور داخل ہوئے۔"

صحابہ کرام نے عرض کیا ان پہلے لوگوں سے مراد کیا یہود و نصاریٰ ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اور کون ہیں"۔

ایک حدیث کے الفاظ میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((لترکبن سنة من کان قبلکم))
(مسند احمد، ص: ۲۱۸، ج: ۵۔ صحیح سنن الترمذی مترجم ص: ۶۷۵، ج: ۲۔ طبع ساہووالہ سیالکوٹ)

"بلاشبہ تم اپنے سے پہلے لوگوں کے طریقہ کار پر چلوگے۔"

رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان مبارک حرف بحرف پورا ہوا۔ اُمت محمدیہ نے یہود و نصاریٰ کی تقلید اور نقالی میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ ان کے جو بھی رسم و رواج تھے، مسلمانوں میں سے بعض حضرات نے انہیں اپنانے کی بھرپور کوشش کی۔ دنیاوی رسم و رواج تو ایک طرف ان کی دینی بدعات کو بھی اسلام میں برآمد کیا گیا ہے۔ خانقاہی نظام، قبر پرستی اور تصوف ان کے نظام باطل کا ہی ایک حصہ ہے۔ جسے ایک نظریہ کے تحت اسلام کے ساتھ زبردستی نتھی کرنے کی جسارت کی گئی ہے۔ جشن میلاد بھی در اصل ان کے دین محرفہ کی ایک یادگار ہے، جسے مسلمانوں نے اسلام کی تکمیل اور خیر القرون کے بیت جانے کے صدیوں بعد عیسائیوں کی نقالی میں شروع کیا۔ جس کی اختصاراً تفصیل حسب ذیل ہے۔

نصرانی ۲۵ دسمبر کو کرسمس ڈے مناتے ہیں۔ ان کے خیال میں اس دن سیدنا مسیح علیہ السلام پیدا ہوئے تھے۔ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ جشن میلاد کی حقیقت سے پردہ اٹھاتے ہوئے فرماتے ہیں مسیح علیہ السلام کی میلاد کی مناسبت سے بہت سے لوگ ۲۴ دسمبر کو تہوار مناتے ہیں۔ ان کے خیال میں یہ دن مسیح علیہ السلام کی پیدائش کا دن ہے۔ اس دن جس قدر بدعات اور منکرات کے کام ہوتے ہیں۔ جیسا کہ آگ روشن کرنا، کھانے کی دعوتوں کا اہتمام کرنا اور چراغاں کرنا وغیرہ ہے۔ یہ عیسائیوں کا دین ہے۔ جس کا اسلام میں کوئی اصل نہیں۔ سلف و صالحین کے عہد میں اس کا کوئی ذکر نہیں پایا جاتا بلکہ یہ چیزیں نصرانیوں سے لی گئی ہیں۔ (اقتضاء الصراط المستقیم ص: ۲۲۶ طبع الریاض)

اسی طرح محکمہ شرعیۃ القطر کے سابق قاضی احمد بن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "عیسائی عیسیٰ

علیہ السلام کی ولادت کے دن مجلس رچاتے ہیں اور مسرت کا اظہار کرتے ہیں۔ دفاتر اور کاروبار بند رکھتے ہیں۔ ایک دوسرے کو مبارک باد دیتے ہیں اور اپنے دینی شعائر کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ بہت سے جاہل مسلمان اور ارباب ریاست اس معاملہ میں نصاریٰ کی تقلید کرتے ہیں اور ان کی مشابہت اختیار کرتے ہیں۔" (تحذیر المسلمین عن الابتداع والبدع فی الدین۔ ص:۳۶۴)

اسلام میں جشن میلاد کا آغاز......

مصر پر جب فاطمیوں کا تسلط ہو گیا اور وہ مصر کی حکومت پر براجمان ہو گئے تو یہ ایسے لوگ تھے جن سے عام مسلمان نفرت کرتے ہیں اور ان کے غلط عقائد کی بنا پر عام لوگ انہیں تسلیم کرنے تیار نہ تھے۔ انہوں نے اپنی حکومت کے استحکام کے لیے اور لوگوں کو اپنی طرف مائل اور مانوس کرنے کے لیے جشن میلاد کا حربہ آزمایا۔ اس لیے کہ وہ لوگ جانتے تھے مسلمان عملی طور پر جس بھی پسماندگی کا شکار ہوں، پھر بھی ان میں محبت رسول ﷺ کا جذباتی داعیہ موجود ہوتا ہے اور محبت رسول ﷺ کے نام پر یہ سب کچھ نچھاور کرنے کو تیار ہوتے ہیں اور حب رسول اللہ ﷺ کا نعرہ لگانے والوں کا ہر ممکن ساتھ دیتے ہیں اور پھر انہوں نے نصرانیوں کو دیکھا تھا کہ وہ کرسمس ڈے کے موقع پر کس طرح جناب مسیح علیہ السلام سے عقیدت اور محبت کا اظہار کرتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے مسلمانوں کو بھی رسول اللہ ﷺ سے عقیدت اور محبت کو سامنے رکھتے ہوئے حب رسول ﷺ کے نعرہ سے جشن میلاد کا آغاز کیا۔ جیسا کہ آج کل بھی اکثر بدعات اسی نعرہ کی مرہون منت ہیں۔

معروف محقق الشیخ علی محفوظ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "میلاد کی بدعت سب سے پہلے مصر کے فاطمیوں نے شروع کی۔ انہوں نے دیکھا کہ عیسائی مسیح علیہ السلام کی پیدائش کے دن کو بڑی اہمیت دیتے ہیں اور اسے عید کی طرح خوشی کا دن مناتے ہیں۔ جس طرح کاروبار اور بازار بند رکھتے ہیں۔ ان کی دیکھا دیکھی انہوں نے بھی میلاد رسول کی بدعت شروع کی۔ ایک بدعت کے مقابلہ میں دوسری بدعت اور ایک منکر کے مقابلہ میں دوسری برائی اور منکر کو ایجاد کیا۔ جس کا گناہ اس پر عمل کرنے والے تمام

لوگوں کے گناہ کے بدلے ایران کو ملتا رہے گا۔ کیونکہ میلاد النبی کی تنظیم کا نہ اسلام کا کوئی جزء ہے اور نہ سلف صالحین کا کوئی عمل' بلکہ یہود و نصاریٰ کی تقلید اور ان کے ساتھ مشابہت ہے۔" (رسائل ابن زید المحمود ص:۹۸)

علامہ ابوالعباس احمد بن علی القلقشندی فرماتے ہیں: "فاطمی خلیفے (کئی قسم کے جلوس نکالتے تھے جن میں) تیسرا جلوس بارہ ربیع الاول کو میلاد النبی کے سلسلہ میں نکالتے۔ ان کی عادات تھیں کہ وہ دار الفطرہ میں بیس قنطار عمدہ شکر کا مختلف انواع و اقسام کا حلوہ تیار کرتے اور تین سو پیتل کی پلیٹوں میں اسے ڈالتے۔ جب میلاد کی رات ہوتی تو مختلف ارباب عہدہ جیسے قاضی القضاۃ' مبلغین' قراء' واعظین' قاہرہ اور مصر کے فاضل حضرات اور مزاروں کے نگرانوں اور سرپرستوں میں تقسیم کرتے۔" (عید میلاد النبی از ربانی' ص:۲۵' بحوالہ صبح الاعشیٰ ص:۴۹۸ ج:۲)

علامہ الفقی جو عصر قریب کے نامور محدث اور محقق تھے' فرماتے ہیں: "وہ حضرات جنہوں نے اسلام میں اسے ایجاد کیا عبیدی (فاطمی) تھے۔ جن کے زندیق ہونے پر تمام اُمت کا اجماع ہے۔ یہ لوگ کفر میں یہود و نصاریٰ سے بھی بڑھے ہوئے تھے اور مسلمانوں کے لیے وبال تھے۔" (تعلیق علی اقتضاء الصراط المستقیم ص:۲۹۴)

اہل علم اور محققین حضرات کی مذکورہ تصریحات سے واضح ہے کہ اسلام میں جشن میلاد کی بدعت کو برآمد کرنے والے مصر کے فاطمی حکمران تھے۔ جن کا اسلام کے ساتھ صرف نام کی حد تک تعلق تھا۔ عملاً اسلام اور مسلمانوں کے مخالف تھے۔ انہوں نے اس بدعت کا آغاز چوتھی صدی ہجری سے کیا۔ ورنہ اس سے پہلے کسی مسلمان کو جشن میلاد کی خبر تک نہ تھی اور نہ ہی کبھی کسی مسلم علاقہ میں اس جشن کا انعقاد ہوا تھا۔ فاطمیوں نے یہ سب کچھ محض اپنی سیاست چمکانے کی خاطر کیا اور سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لیے اسے دین کا نام دیا۔ اصل مقصد سیاسی استحکام تھا۔ لیکن ان کی یہ بدعت زیادہ دیر تک قائم نہ رہی۔ جب ان کی حکومت کا خاتمہ ہوا تو اس کے ساتھ ہی ان کی اس بدعت کا بھی خاتمہ ہو گیا۔

ارض عراق میں احیاء......

البتہ اربل (عراق) کے گورنر ابوسعید کوکبوری نے ساتویں صدی میں اس بدعت کا عراق میں دوبارہ احیاء کیا۔ بظاہر اسے ایک مذہبی تقریب کا رنگ دیا گیا' لیکن درحقیقت اس کے پیچھے بھی سیاسی

استحکام کا داعیہ تھا۔کوکبوری وہ پہلا شخص ہے جس نے اہل سنت میں سے سرکاری بل بوتے پر اس بدعت کا احیاء کیا اور بے تحاشہ سرکاری سرمایہ برباد کیا اور وہ خود بھی اس میں شریک ہوتا اور اعیان حکومت کو بھی اس میں شریک کرتا۔علاوہ ازیں خود غرض نام نہاد علماء کو جن کا مقصد ہی حصول زر و متاع ہوتا ہے' کو بڑے وسیع پیانے پر دعوت دیا اور کئی انواع و اقسام کے کھانے تیار کرواتا۔ درباری علماء کو خلعت اور دیگر متعدد انعامات سے نوازتا۔فاطمی امراء کو اکثر لوگ مسلمان نہیں سمجھتے تھے۔اس لیے ان کی اس قسم کے اسلام کے خلاف افعال کو زیادہ اہمیت نہ دی جاتی تھی' بلکہ انہیں سیاسی حد تک ہی باور کیا جاتا تھا۔لیکن کوکبوری کا معاملہ فاطمیوں سے قدرے مختلف تھا۔ایک تو یہ خود کو اہل سنت میں سے باور کراتا اور پھر اس نے ابن الوقت اور علماء سوء کی ایک کھیپ اپنے ساتھ ملا لی تھی۔ جنہوں نے دنیاوی لالچ کی خاطر اس بدعت کے انعقاد کی راہ ہموار کر دی تھی۔

حافظ جلال الدین سیوطی محدث ابن سبط کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

''اس وقت کے (ابن الوقت) عالم ابوالخطاب وحیہ نے جب ابوسعد کے کہنے پر اس مسئلہ پر کتاب ''التنویر فی مولد البشیر'' لکھی تو اس نے اسے ایک ہزار دینار دیا۔(الحاوی' ص:۱۹۰' ج:ا بیروت)

خرافات کی حوصلہ افزائی......

بدعت کتنی خوبصورت کیوں نہ ہو' پھر بھی وہ خرافات کا ہی حصہ ہوتی ہے۔یہی حال جشن میلاد کی بدعت کا ہے۔میلادی حضرات جشن میلاد کے نام سے ہر قسم کی خرافات کر جاتے ہیں اور پھر ان کے کرنے میں کوئی چنداں حرج بھی نہیں سمجھتے۔ابوسعید کوکبوری کا اس جشن میں کیا طریقہ کار اور انداز فکر تھا۔حافظ ابن کثیر اس کے بارہ میں فرماتے ہیں:

''وہ محفل میں بھنگڑا' میراثی راگ ورنگ اور ناچنے والوں کو جمع کرتا اور راگ سنتا اور گانا باجا سن کر خود بھی ناچا کرتا تھا۔'' (البدایہ والنہایہ' ص:۱۳۷' ج:۱۳)

علامہ سیوطی' حافظ ابن سبط کے حوالہ سے اس محفل کا نقشہ یوں کھینچتے ہیں:''وہ صوفیہ حضرات کے

لیے ظہر سے لے کر فجر تک محفل میلاد کا انعقاد کرتا اور صوفیوں کے ساتھ خود بھی ناچتا۔" (الحاوی ص:۱۹۰ ج:۱)

علامہ ابن الحاج مالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "یہ ایک ایسی بدعت ہے جو اپنے اندر بے شمار بدعات جمع کیے ہوئے ہے۔ مثلاً راگ ورنگ وغیرہ جسے رسول اللہ ﷺ نے حرام قرار دیا ہے' اس محفل کی اصل روح رواں ہیں۔" (المدخل لابن الحاج)

شیخ الحدیث مولانا اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ دور قریب کے محقق' مذاہب عالم اور تاریخ پر گہری نظر رکھتے تھے۔ انہوں نے ابوسعید کوکبوری کے محفل میلاد کے انعقاد پر بڑا پُر مغز تبصرہ کیا ہے۔ فرماتے ہیں: "میلاد کی تقریب منانے کے لیے وہ ماہ صفر میں تیاری شروع کر دیتا۔ ہر قسم کے قوال' گانے بجانے اور غزل خواں واعظ اکٹھے ہو جاتے اور بے شمار قسم کے کھانے پکائے جاتے۔ پھر رفتہ رفتہ یہی فتنہ طول پکڑتا ہوا عید بن گیا۔ بعد ازاں جب زنا کاری اور بدمعاشی جیسے نتائج سامنے آئے تو سلطان کو یہ تقریب بند کر دینی پڑی۔" (ہفت روزہ اہل حدیث'۱۹/ اگست'۱۹۹۴)

محفل میلاد میں خرافات اور نتائج کا جمع ہونا فطری عمل تھا۔ اس لیے یہ اسلام سے الگ پروگرام ہے۔ جس کی اسلام میں گنجائش نہیں۔ بلکہ یہ بدعت ہے جس کی بنیاد سیاسی مقاصد اور شکم پروری اور دنیاوی مال ومتاع کا حصول تھا۔ جسے نفس پرستوں نے اپنی خواہشات پورا کرنے کے لیے اپنایا۔ ظاہر ہے ایسے مقاصد سے قبائح اور خرافات ہی جنم لیتے ہیں۔ بھلائی کی اُمید کیسے ہو سکتی ہے؟ ہمارے دور میں جس طریقہ سے اس کا انعقاد کیا جاتا ہے' اس میں دنیا بھر کے خرافات موجود ہوتے ہیں۔ مرد وزن کا اختلاط انڈین گانوں پر رقص وسرور نعت کے نام سے ہر قسم کا شرک محبت کے نام سے ہر قسم کا غلو اور عقیدت کے رنگ میں ہر قسم کی احداث اور بدعت کا نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔ شاید ایسی ہی اسلام شکن خرافات کو ملاحظہ کر کے سید احمد سرہندی المعروف مجدد الف ثانی نے فرمایا "اگر بالفرض رسول اکرم ﷺ اس زمانے میں زندہ ہوتے تو کیا آپ ان محفلوں کو اور مجلسوں کو پسند کرتے یا ان کو دیکھ کر راضی ہوتے؟ فقیر کو پورا یقین ہے کہ آپ ان کو ہرگز جائز قرار نہ دیتے بلکہ اس کے کرنے پر انکار کرتے اور منع فرماتے۔" (مکتوب نمبر ۲۷۳)

برصغیر میں آغاز ……

پہلی صدی ہجری کے آخری عشرہ میں محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں برصغیر پاک و ہند اور اس کے ملحقات میں اسلامی حکومت قائم ہو چکی تھی۔ اس کے بعد کئی مختلف ادوار میں برصغیر اسلامی پرچم لہراتا رہا۔ پھر سلطان محمود غزنوی کے ہاتھوں یہاں مستقل اسلامی حکومت کا قیام عمل میں آیا اور کئی صدیوں تک مسلمانوں نے بلاشرکت غیرے حکومت کی۔ لیکن حکومت اسلامی کے اس طویل دورانیہ جو کم و بیش آٹھ صدیوں پر محیط ہے، میں تاریخ کے کسی مرحلہ میں بھی یہاں محفل میلاد کا اہتمام نہ ہوا۔ لیکن جب ۱۸۵۷ء میں غدر کے بعد یہاں سے اسلامی حکومت کی بساط الٹ دی گئی اور انگریز تخت دہلی پر براجمان ہو گیا تو اس نے مذہبی عصبیت اجاگر کرنے کی خاطر یہاں سرکاری طور پر ۲۵ دسمبر منانے کا اہتمام کیا۔ اس سلسلے میں سرکاری تقریبات کے علاوہ پورے ملک میں چھٹی کا اعلان کیا۔ ان کی دیکھا دیکھی بعض نادان قسم کے مولویوں نے بھی یوم وفات منانے کا پروگرام بنایا۔ غالباً ۱۹۳۷ء میں اس کے انعقاد کے لیے درخواست کے ذریعے انگریز سرکار سے اجازت طلب کی۔ حکومت نے خندہ پیشانی سے اس کی اجازت دی۔ یوں یہ دن کئی سال تک یوم وفات النبی ﷺ کے نام سے منایا جاتا رہا۔

تقسیم ملک کے بعد لاہور کے چند بدعتی مولویوں نے حکومت پاکستان کو ایک درخواست دی کہ اس کا نام وفات النبی ﷺ کی بجائے میلاد النبی ﷺ کر دیا جائے۔ اس لیے کہ کوئی مسلمان وفات النبی ﷺ کے روز عید اور خوشی نہیں منا سکتا۔ چنانچہ صدر ضیاء الحق کے دور میں حکومت کو پھر ایک درخواست دی گئی کہ سرکاری طور پر میلاد النبی ﷺ پہلے عید کا لفظ کا اضافہ کر دیا جائے۔ جسے حکومت نے منظور کر لیا۔ یوں پاکستان میں ایک تیسری عید کا لاحقہ اور اضافہ ہو گیا۔

جشن میلاد عید نہیں بدعت ہے ……

قارئین کرام! یہ ہے جشن میلاد کی سرگزشت جو اپنی ابتدائی مرحلہ سے لے کر آج تک بعض مسرف ناعاقبت اندیش حکمرانوں کے تعاون سے ترقی کی منازل طے کرتا چلا آ رہا ہے اور آج یہ حضرات اس حد تک غلو میں پہنچ چکے ہیں کہ وہ اسے عیدوں کی عید قرار دیتے ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ جشن بھی

اسلامی عبادت کا ایک حصہ ہے۔ کیونکہ عید کے لفظ سے تو اس کا اسلام پھر عبادات کا حصہ ہونا ہی مشعر ہوتا ہے۔ اگر اس جشن کی کوئی شرعی حیثیت ہوتی یا اس کا عبادت کے ساتھ کوئی ادنیٰ سا تعلق بھی ہوتا تو اسلام اس کے ضرور احکام واضح کرتا۔ کیونکہ کوئی ایسی مشروع عبادت نہیں مگر اسلام نے اس کے احکام کی جملہ تفصیلات مہیا کی ہیں۔ جیسا کہ عیدین ہیں۔ جن کا پوری صراحت کے ساتھ دن، وقت اور طریقہ ادائیگی بیان کیا گیا ہے۔

مگر جشن میلاد میں ایسی کوئی چیز موجود نہیں، جس کی اسلام نے اشارۃً بھی تصریح کی ہو۔ اسی طرح کوئی ایسی عبادت اور عید نہیں جس کا عہد رسالت اور عہد صحابہ میں انعقاد نہ ہوا ہو۔ عیدین کو لیجیے ان کا روز اول سے لے کر آج تک تمام اسلامی ممالک میں انعقاد چلا آ رہا ہے اور کبھی ایسا اتفاق نہیں ہوا کہ مسلمانوں نے عیدین کا انعقاد نہ کیا ہو۔

لیکن جشن میلاد کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ اس کا عہد رسالت اور عہد صحابہ کرام میں انعقاد تو دور کی بات ہے، اہل اسلام میں چھ صدیوں تک اس کا کوئی وجود معلوم نہیں

جناب حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"کل عبادة لم یتعبدها اصحاب رسول الله ﷺ فلا تعبدوها فان الاول لم یدع للاخر مقالا" (الاعتصام للشاطبی، ص:۳۴۲، ج:۲۔ طبع دار احیاء التراث الاسلامی بیروت)

"ہر وہ عبادت جو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے نہیں کی، تم اسے عبادت نہ بناؤ۔ بلاشبہ پہلے لوگوں (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) نے بعد میں آنے والوں کے لیے کوئی کسر نہیں چھوڑی۔"

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"فما لم یکن یومئذ دینا فلا یکون دینا" (الاعتصام، ص:۳۳، ج:۱)

"جو چیز رسول اللہ ﷺ کے دور میں دین میں شامل نہ تھی، وہ آج بھی دین میں شامل نہیں۔"

اور یہ تو واضح ہے کہ جشن میلاد رسول اللہ ﷺ کے دور مسعود میں دین میں شامل نہ تھا اور نہ ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس جشن کا انعقاد کیا ہے۔ لہٰذا اس کا دین کے ساتھ کوئی تعلق نہیں، بلکہ یہ ایک ایسی بدعت ہے جو بدترین خرافات کی حامل ہے۔

بدعت شیطان کی مرغوب ہے ......

یہ تو واضح حقیقت ہے کہ جشن میلاد بدعت ہے اور شریعت میں بدعتی کا انجام بڑا خطرناک اور بھیانک ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((کل محدثة بدعة و کل بدعة ضلالة و کل ضلالة فی النار)) (النسائی‘ص:۱۸۸‘ج:۱)

”ہر نیا کام (دین میں) بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی آگ میں ہے۔“

اس لیے بدعت دین میں بگاڑ کا ایک اہم ترین سبب ہے۔ جس میں دین میں فساد اور خرابی پیدا ہوتی ہے۔ محفوظ دین غیر محفوظ ہو کر رہ جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شیطان کو بدعت کی ترویج میں بڑی دلچسپی ہے اور بدعت اس کے نزدیک انتہائی مرغوب عمل ہے۔ جب اسلام میں کسی بدعت کا آغاز یا احیاء اور ترویج ہوتی ہے تو وہ اس پر بے حد خوش ہوتا ہے۔ امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ جو عالم اسلام کے نامور محدث‘ فقیہ‘ مجتہد اور عبادت گزار تھے‘ فرماتے ہیں:

”البدعة احب الی ابلیس من المعصیة‘ المعصیة یتاب منها و البدعة لا یتاب منها“ (شرح السنة‘ ص:۲۱۶‘ ج:۱)

”شیطان کے ہاں بدعت معصیت اور گناہ سے بھی زیادہ محبوب ہے۔ اس لیے کہ گناہ کرنے والا اپنے گناہ اور معصیت سے توبہ کر سکتا ہے‘ لیکن بدعت پر عمل کرنے والا اپنی بدعت سے توبہ نہیں کرتا۔“

کیونکہ بدعتی بدعت پر عمل ثواب سمجھ کر کرتا ہے اور جب ثواب کا نظریہ کارفرما ہو تو پھر اس میں توبہ کا رجحان کیسے پیدا ہو سکتا ہے؟

امام ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی بات بالکل درست ہے۔ جشن میلاد ایک ایسی بدعت ہے جس میں ہر سال نئے سے نئے خرافات کا اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔ بلکہ اس میں بعض ایسی چیزیں شامل ہو گئی ہیں جو اسلام کی سچی اور حقیقی تعلیم پر ایک بدنما داغ اور دھبہ ہیں۔

باقی: مروجہ عید میلاد النبی ﷺ ...... تحقیقی وتنقیدی جائزہ

جواب: ذکر الٰہی بلاشبہ اچھی چیز ہے لیکن اس کا انداز اور طریقے خود صاحب شریعت نے بیان کر دیئے ہیں اور اس میں کہیں یہ ثابت نہیں کہ ایک ہی مجلس میں ایک ہی آواز کے ساتھ ذکر کیا جائے اور اس کیلئے ۱۲ ربیع الاول کی محافل اور جلوس نکالنے قطعاً ثابت نہیں ہیں۔ اور نہ ہی کسی حدیث میں وضاحت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر اور درود شریف پڑھنے کیلئے سالانہ محفل کا اہتمام کیا جائے اس کیلئے ایسے دن مقرر کرنا شریعت سے ثابت نہیں اور نہ ہی اسلاف سے منقول ہے لہٰذا یہ بدعت سیئہ ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ ہمیں بدعت سے بچنے اور اسوۂ حسنہ پر صحیح طور پر چلنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ (آمین)